اسلامی شریعت میں چند زوجگی کی اباحت

تنقید وجواب ۔ مضرت ومنفعت

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

چند زوجیت کے قانون پر تنقید کے محرکات

عرصۂ دراز سے شریعت اسلامی کے جن قوانین پر طرح طرح کے اشکالات بلکہ اعتراضات کئے جارہے ہیں غیروں ہی کی طرف سے نہیں کچھ "اپنوں" کی جانب سے بھی۔ ان میں غالباً یہ مسئلہ سرفہرست ہے۔ اس سلسلہ میں اکثر تو جذباتی باتوں اور فرضی افسانوں کا سہارا لے کر تنقید کی جاتی ہے اور بعض مرتبہ شریعت اسلامی کے ۔ پر مصلحت اور فطرت انسانی کے عین مطابق اس قانون سے ناجائز فائدہ اٹھانیوالوں اور بعض اسلام کے نام لیواؤں کی شخصی غلطی بھی۔ نفس قانون پر اعتراض کرنے اور اغیار کو طعنہ زنی کا موقعہ فراہم کر دیتی ہے۔ حالانکہ بہتر سے بہتر قانون کے عمل در آمد کے بعد جزوی قسم کے نامناسب اثرات کا ظاہر ہونا۔ ایسی واضح اور پیش آمدہ حقیقت ہے کہ اس سے انکار کی مجال مشکل ہے۔ اس لئے اس طرح کی چھوٹی موٹی صورتوں کے پیش آجانے سے کسی عقلمند کے نزدیک اس قانون کی افادیت ختم نہیں ہو جاتی ہے لیکن جب "مقصد" تنقید برائے تنقید" ہی ہو، یا پورے قانون کا بنظر غائر مطالعہ نہ کیا ہو تو ایسی معمولی چیزیں بھی پہاڑ نظر آنے لگتی ہیں اور ہر خوبی نظر سے اوجھل ہو جاتی ہے، جس کے نتیجہ میں ذہن صرف اعتراضات کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ بدقسمتی سے یہی وجہیں "تعدد ازدواج" پر اعتراضات کرنے کی محرک ہیں۔

پہلا طرز فکر:۔ کہ جن کا مقصد محض تنقید ہے اور کچھ نہیں۔ کے سامنے کسی بھی طریقہ سے

صورت حال پیش کرنا غیر مفید اور لاحاصل ہے۔ ہاں وہ لوگ کہ جن کی تنقید کا اصل سبب یہ ہے کہ انھوں نے مسئلہ کو پورے طور پر تمام گوشوں سے سمجھا نہیں ہے۔ آئندہ سطر پر ان کو شاید کسی صحیح راہ تک پہونچانے کا ذریعہ بن جائے۔ واللہ الموفق للسداد۔

عقدِ ثانی کے لئے شرعی پابندیاں :۔

اوّل تو عام طور پر۔ تنقیدی حلقوں میں۔ یہ سمجھا جاتا ہے۔ یا ایسا تاثر دیا جاتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس سمجھنے کا باعث کسی خدا ترس مسلمان یا کچھ مسلمانوں کا طرزِ عمل ہی ہو۔ کہ چند بیویاں رکھنے کی اجازت بغیر کسی خاص پابندی کے ہے۔ حالانکہ اسلامی قانون کا معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ جس آیت سے چند بیویاں رکھنے کا جواز نکلتا ہے اسی میں جواز کے ساتھ یہ بھی موجود ہے فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ لَّا تَعُوْلُوْا[1] پس اگر تم کو غالب احتمال ہو کہ (اگر کئی بیبیاں کر کے) عدل نہ رکھو گے (بلکہ کسی بی بی کے حقوق واجبہ ضائع ہوں گے) تو پھر ایک ہی بی بی پر بس کرو۔

(بیان القرآن ص۹۳ ج۲)

چنانچہ علماء امت نے نکاح ثانی (ما بعد) کے بارے میں بالخصوص اور ہر نکاح کے سلسلہ میں بالعموم حقوقِ زوجیت (ایک ہی ہے تو اسی ایک کے اور چند ہیں تو ان سب کے) ادا کرنے کی اہلیت کو ضروری قرار دیا ہے، ورنہ نکاح گناہ اور عند اللہ قابلِ مواخذہ فعل ہوگا۔ (آخرت پر عقیدہ رکھنے والے کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز باز رکھنے والی نہیں ہو سکتی اور اگر آخرت پر عقیدہ نہیں ہے تو دنیاوی سخت سے سخت سزا کا قانون بھی روکنے کا باعث عموماً نہیں ہوا کرتا۔ جیسا کہ آئے دن مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔)

دیکھیے مشہور مالکی عالم محی الدین ابن عربی نقل فرماتے ہیں :۔

قال علماءنا معناه (فان خفتم ان لا تعدلوا) فی القسم بین الزوجات والتسویة فی حقوق النكاح وهو فرض ..... واخذ الخلق بالمثل الی الظاهر

[1] سورۃ النساء آیۃ ۳۔

لیس علی العاقل فاذا اقدر الرجل من مالہ و من بنیتہ علی نکاح اربع فلیفعل واذا لم یحتمل مالہ ولا بنیتہ فی الباءۃ فلیقتصر علی ما یقدر علیہ [۱]

یہاں پر تعدد ازدواج کو بہت محدود صورتوں میں درست سمجھنے والوں یا بالفاظ صحیح تعدد کے مخالفین کے اس مطالبہ کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ جہاں عدل بین الزوجات میں کوتاہی کا خطرہ ہو، وہاں دوسرا نکاح کرنے پر پہلے ہی سے پابندی لگا دی جائے بلکہ بعض تو یہاں تک کہہ گزرے کہ اس نکاح کو سرے سے منعقد ہی نہ مانا جائے۔ اس جگہ یہ سوال کرنا بالکل حق بجانب ہوگا کہ ایسا کون سا پیمانہ یا آلہ ہے کہ جو اس "خطرہ" (اگر اس پیشگی بڑھے ہوئے احساس کو خطرہ کہنا درست ہو) کا قبل از وقت صحیح اندازہ کرکے اطلاع دیدیا کرے کہ یہ شخص دوسری بیوی کے آنے کے بعد یکسر ظالم بن جائیگا، لیکن وہی پیمانہ یا آلہ عقد اول کے وقت کسی شخص کے آئندہ اپنی منکوحہ پر ظلم کرنیکا پیشگی پتہ نہ چلا سکے، ظاہر ہے کہ نکاح سے قبل دونوں جگہ ہی یہ احتمال ہے کہ یہ شخص ہونیوالی منکوحہ کے ساتھ اچھا سلوک اور "(معاشرت بالمعروف) کے تقاضے پورے کرے گا کہ نہیں۔؟

اس منطق کا تقاضا تو یہ ہونا چاہیئے کہ پہلی شادی کے وقت بھی اگر کسی شخص کے بارہ میں یہ خطرہ ہے کہ وہ حقوق زوجیت ادا نہیں کرے گا یا نہ کرسکے گا تو اس کے لئے قانوناً [illegible] نکاح ممنوع ہو، حالانکہ سب جانتے ہیں کہ پہلے نکاح کے وقت یہ سوال کسی حلقہ کی طرف سے نہیں اٹھایا گیا۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ عقد ثانی کے وقت ہی اس کا ہوّا کھڑا کیا جائے۔ بس سیدھی بات وہی ہے جو شریعت کے رمز شناسوں نے بیان کی ہے کہ جس شخص کو اپنے بارے میں یہ خطرہ ہو کہ وہ نکاح کے بعد (خواہ اول ہو یا ثانی) منکوحہ کے حقوق ادا نہ کرسکے گا اور اس سے ظلم سرزد ہوگا تو اس کے لئے نکاح کرنا ممنوع اور گناہ کی بات ہے۔ اس امر کی متعدد فقہاء نے

۱۔ احکام القرآن ۱/۱۳۰ -

تصریح کی ہے مثلاً مشہور حنفی عالم محقق ابن ہمامؒ فرماتے ہیں :-

فان عارضہ (خوف الجور) کرہ .... والذی یخاف الجور یأثم [1]

اسی طرح فقہ حنفی کی شہرۂ آفاق کتاب درمختار اور اس کی شرح ردالمختار میں ایسے نکاح کے بارے میں ہے :-

(ومکروھا) ای تحریما (لخوف الجور فان تیقنہ حرم ذلک) ای تیقن الجور حرم لان النکاح انما شرع لمصلحۃ تحصین النفس وتحصیل الثواب و بالجور یأثم ویرتکب المحرمات فتنعدم المصالح لرجحان ھذہ المفاسد [2]

چونکہ اپنے حالات اور رجحان طبع کو ہر شخص خود جس قدر جانتا یا جان سکتا ہے کوئی دوسرا نہیں جان سکتا۔ اس لیے شریعت نے ہر شخص کو عند اللہ مسئول ہونیکا شعور دے کر اس پر ذمہ داری ڈال دی ہے کہ وہ اپنے حالات کے تحت خود فیصلہ کرے، اور اس طرح اپنی طرف سے نکاح پر کوئی قانونی پابندی عائد نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ تمام علماء کے نزدیک نکاح ثانی کے لئے عدل بین الزوجات کا اطمینان ایسی شرط نہیں ہے کہ اس کے پیشگی حاصل کئے بغیر نکاح ہی صحیح نہ ہو بلکہ سب کے نزدیک نکاح ثانی منعقد ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ ابن عربی نے نقل کیا ہے :-

دلیل خطاب ھذہ الآیۃ ساقط بالاجماع فان کل من علم انہ یقسط الیتیمۃ جاز لہ ان یتزوج سواھا کما یجوز لہ اذا خاف ان لا یقسط [3]

عدل نہ کرنیکی صورت میں علیحدگی کا اختیار :-

ہاں اگر نکاح کے بعد زوجہ پر (خواہ وہ کوئی بھی ہو) ظلم کیا یا حقوق ضروریہ ادا

---

[1] فتح القدیر، ۲/۴ مطبوعہ نول کشور

[2] درمختار مع ردالمختار ۲/۲۶۱۔

[3] احکام القرآن لابن العربی ۱/۱۲۹۔

نہیں کئے، یا بیویوں کے درمیان واجب مساوات نہیں برتی تو اس وقت مظلوم بیوی کو یہ حق ہوگا کہ وہ شوہر سے گلوخلاصی کرے، اور قانونِ شریعت۔ اگرچہ حنفی فقہ کی رو سے تو نہیں لیکن ایسے موقعوں پر احناف کو بھی مالکیہ کا مذہب اختیار کرلینے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ یہ ضروری اطمینان حاصل کرلینے کے بعد اور بعض مخصوص شرطوں کے پائے جانے کی صورت میں مرد سے علیحدگی کا عدالتی فیصلہ لینے کا، عورت کو حق دیا ہے۔ ان تمام تفصیلات اور قانونی مراحل کا بیان نہ اس وقت مقصود ہے نہ ضروری، اس کے لئے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب "الحیلۃ الناجزۃ" دیکھی جائے[1] یہاں پر صرف ایک مختصر عبارت مالکی عالم کی نقل کی جاتی ہے :-

اذا کانت الاساءۃ من قبل الزوج فرق بینہما[2]

ان تفصیلات کے سامنے آجانے کے بعد یہ مطالبہ بھی بالکل بے معنی ہو جاتا ہے کہ "نکاح ثانی کرنے سے ہی زوجۂ اول کو فسخ کا اختیار دے دیا جائے محض اس وہم کی بنیاد پر کہ ایسا شخص لازماً عدل نہ کریگا، حالانکہ ذرا سا غور وفکر کیا جائے تو معلوم ہو جائے کہ یہ کتنی مضحکہ خیز بات ہے اس لئے شریعت محض نکاح ثانی کر لینے سے کسی کو مجرم قرار نہیں دیتی۔ اور قبل جرم سزا دینا کیسے درست ٹھہرایا جا سکتا ہے۔؟

تعدد کی اباحت کے بارہ میں بعض ناقدین کے اقوال :۔

اس گروہ کے ممتاز افراد جنھیں اپنے بارے میں اسلامی قوانین سے واقفیت کا گمان ہے۔ ان کی طرف سے یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ تشریع محمدی کا رخ یک زوجگی سے آگے بڑھ کر چند زوجگی کی اباحت کا نہیں بلکہ مروج اباحت مطلقہ کو محدود کرنیکا ہے مگر یہ محض دعویٰ ہے جو دلیل کا محتاج ہے بلکہ شاید یہ کہنا مبالغہ سے خالی نہ ہوگا کہ ٹھیک اس دعوے

---

[1] حیلۂ ناجزہ ص ۸۱، ۸۲ ۔ [2] احکام القرآن لابن العربی ۱/۱۲۸

پر شریعتِ اسلامی کے مآخذ سے کوئی صحیح دلیل قائم کرنا مشکل ہے، کیونکہ اس دعویٰ کی تائید نہ قرآن کی آیت اور اس کے سیاق وسباق سے ہوتی ہے نہ احادیثِ رسولؐ سے اور نہ سلاطین امت کے اقوال سے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس کے برخلاف آیتِ قرآنی۔ فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ [1] میں جس انداز سے تعدد کا حکم مذکور ہوا ہے اس سے وسعت اور تعدد کی اباحت کے رجحان ہی کا پتہ چلتا ہے، نہ کہ تنگی اور محدودیت کا جیسا کہ دیگر قرآن فہم حضرات کے علاوہ — عصرِ قریب کے مشہور بالغ نظر مفسر علامہ آلوسی نے بھی محسوس کیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

ما یشعر بہ السیاق من التوسعۃ .... وجہ اشارۃ مبذ للہ انہ اطلق قولہ سبحانہ (ما طاب لکم من النساء) ثم جاء (مثنیٰ وثلاث و رباع) کانہ بیان لما وقع اطلاقہ علی نوع من التقیید ....لوکان المراد التضییق لکان التقیید من الاول اوقع فیہ وامتن بہ [2]

یہاں پر اس واقعہ کا بیان دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ — موجودہ مغرب زدگی کے دور سے قبل۔ جمہور اہلِ حق علماء وفقہاء کے علاوہ دیگر بعض "عالموں" اور "فقیہوں" سے ازواج کی تعداد کو چار میں منحصر ہونے کے خلاف آیت سے استدلال کیا۔ چنانچہ کسی نے

---

[1] سورۃ النساء۔ آیۃ ۳ -

[2] روح المعانی حاشیہ ۴/ ۹۵، مطبوعہ دیوبند -

ع اس بارہ میں ابوداؤد و دارقطنی وغیرہا میں من تخریج کردہ غیلان ثقفی کی روایت اور ان کے واقعہ سے استدلال بھی غیر مفید ہے کیونکہ اس واقعہ سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ چار سے زیادہ بیویوں کا رکھنا ممنوع ہے، سو جمہور یہ پہلے ہی سے یہ کہتے آرہے ہیں۔

۹، کسی نے ۱۸، اور کسی نے بلا قید ہر تعداد کی اباحت کو آیت سے مستنبط کر لیا ہے۔ کیونکہ آیت سے فی الجملہ وسعت کا رجحان معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ بات عربی زبان کی مہارت رکھنے والوں پر مخفی نہیں ہے اس بنا پر جمہور علماء نے اپنے مسلک کے اثبات کے لئے اجماع پر زیادہ بھروسہ کیا ہے اور یہی سب سے زیادہ قوی دلیل ہے اس بارے میں سمجھی گئی ہے۔ علامہ آلوسی نے اس مبحث کو خاصی تفصیل سے کئی صفحہ میں بیان کیا ہے (از ص ۱۹۱/ج ۴ تا ص ۱۹۳) اور اپنا یقین جمہور علماء کا مسلک ثابت کرتے ہوئے آخر میں فرمایا ہے:۔

اقول الامرین المعتمد علیهما فی الحصر الاجماع فانہ قد وقع وانقضیٰ عصر المجمعین قبل ظهور الاختلاف [1]

علاوہ ازیں یہ کہ۔ بر سبیل تنزل اگر بلا دلیل (بلکہ خلاف دلیل) یہ بات مان بھی لی جائے کہ "نزول آیت کا سبب یا شریعت کا منشا مروج اباحت مطلقہ کو محدود کرنا ہو" تب بھی یک زوجگی پر مجبور کرنے اور تعدد پر قانونی پابندی لگانے کا کسی طرح جواز نہیں نکلتا کیونکہ یہ امر عند العلماء مسلم ہے کہ مشروعیت حکم کے وقت کسی خصوصی سبب کے وجود کے معنیٰ لازماً یہ نہیں ہوتے کہ وہ حکم اسی خاص سبب تک محدود ہے۔

(العبرۃ لعموم المعانی لا لخصوص الموارد [2]) یہی بات شیخ ابوبکر الجصاص الرازی نے بھی ایک موقعہ پر ارشاد فرمائی ہے:۔ لو نزلت علی سبب خاص لم یوجب ذلك تخصیص عموم اللفظ بل الحکم للعموم دون السبب عندنا فنزولها علی سبب ونزولها مبتدأة من غیر سبب سواء [3] غرض کہ دونوں گروہ افراط اور تفریط میں مبتلا ہیں اعتدال کی راہ وہی ہے جو جمہور علماء نے اختیار کی کہ چار سے زیادہ کا

---

[1] روح المعانی مع حاشیہ ۴/۹۵ مطبوعہ دیوبند۔

[2] نور الانوار لملا احمد جیون۔ [3] احکام القرآن للجصاص ۲/۷۰۔

جواز نہیں اور ایک سے زیادہ چار تک ممنوع نہیں۔

اس سے بھی زیادہ مضحکہ خیز اور عجیب تر اور قرآن فہمی سے بُعد کا آئینہ دار ان لوگوں کا یہ قول ہے کہ "آیت میں صرف یتیم بچیوں کے ساتھ نکاح میں تعدد کی اباحت و اجازت ہے اور وہ ان کی سرپرستی کا ایک حل ہے، نہ کہ دوسری عورتوں سے تعدد کے جواز کا حکم"۔

حالانکہ خود صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم کہ جن پر قرآن مجید نازل ہوا ہے اور جن کا اصل منصب قرآن مجید کی آیات کی تشریح و تفسیر ہے، (لتبین الناس ما نزل الیہم [1]) ان سے براہ راست مستفید ہونیوالے بتاتے ہیں (جو صحیح سندوں کے ساتھ معتبر ترین کتابوں میں منقول و موجود ہے) اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ دراصل یتیم بچیوں کے ساتھ نکاح کرکے ہی ان بچیوں پر ظلم کیا جاتا تھا، اس طرح پر کہ مال کی حرص و آز کا شکار افراد، یتیم مالدار بچیوں سے نکاح محض ان کے مال و جائداد پر قبضہ کر لینے کی غرض سے کر لیا کرتے تھے اور حقوق زوجیت ادا کرنا نہ ان کے پیش نظر ہوتا تھا اور نہ انھیں ایسی بے یار و مددگار بیویوں کی طرف سے حقوق طلبی کے دعوی کا کسی جانب سے ڈر ہوتا تھا۔ اس لئے ایسی خود غرضانہ شادیوں۔ کہ جن میں یتیم بچیاں کنگال بنا کر چھوڑ دی جائیں ــــ سے روکا گیا ہے اور کہا گیا کہ ان بچیوں کے علاوہ سارے عالم میں بہت عورتیں موجود ہیں ان سے حسب پسند نکاح کرو، ایک چھوڑ چار سے کر سکتے ہو۔ یہاں "حدیث کی سب سے زیادہ صحیح اور مقبول کتاب بخاری" سے صرف ایک حدیث نقل کی جاتی ہے :۔

عن ابن شہاب قال اخبرنی عروۃ بن الزبیر انہ سأل عائشۃ عن قول اللہ تعالی وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمی فقال یا ابن اختی ھذہ الیتیمۃ

---

[1] سورۃ نحل۔

تکون فی حجر ولیھا تشرکہ فی مالہ ویعجبہ مالھا وجمالھا فیرید ولیھا ان یتزوجھا بغیر ان یقسط فی صداقھا فیعطیھا مثل ما یعطیھا غیرہ فنھوا عن ان ینکحوھن الا ان یقسطوا لھن ویبلغوا لھن اعلیٰ سنتھن فی الصداق فامروا ان ینکحوا ما طاب لھم من النساء سواھن [1]

اور یہ بات تقریباً تمام معتبر مفسرین نے نقل کی ہے [2]

صرف ان احادیث سے ہی نہیں قرآن مجید کے سیاق سے بھی یہی مطلب نکلتا ہے اس کے علاوہ اور کچھ نکلنا تکلف سے خالی نہیں۔ کیونکہ اس سے پہلی آیت میں یتیموں کا مال ان ہی کو سپرد کر دینے کا حکم مذکور ہے۔ (وَآتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ الخ) پھر اپنے مال اور ان کے مال کو (از راہ فریب) گڈمڈ کر کے استعمال کرنے سے منع کیا گیا اور اس کو بہت بڑا گناہ بتایا گیا ہے (وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَىٰ أَمْوَالِكُمْ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا) اس کے بعد پھر وہ آیت ہے جس میں تعدد ازدواج کا حکم مذکور ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ کلام اللہ تعالیٰ کا مفہوم اگر وہی ہوتا جو مذکورہ لوگوں نے بیان کیا ہے تو آیت میں فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ کے بجائے "منھن" یا اس جیسا کوئی اور کلمہ ہوتا جیسا کہ اس کے بعد والی آیتوں میں یتیموں کے اموال کے سلسلہ میں ایسا یعنی (اسم ظاہر کے بجائے اسم ضمیر) موجود ہے مثلاً وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ کے بعد ہے ــــ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا، کیونکہ یہاں پر دونوں جگہ ایک ہی قسم یعنی یتیم ہی مراد ہیں اس لئے ایک جگہ اسم ظاہر آیا اور دوسری جگہ اسم ضمیر، عربیت کا تقاضا یہی ہے۔ اسی طرح آیتِ اباحتِ تعدد میں بھی اگر وہی یتیم

---

[1] بخاری، ۲/۷۵۸ - مطبوعہ رحیمیہ دیوبند -

[2] تفصیل کے لئے دیکھئے تفسیر ابن کثیر ص ۴۵۹ ج ۱، درمنثور ص ۱۱۸ تا ۱۱۹ ج ۲، تفسیر مظہری ص ۲۶۵ ج ۲، تفسیر کبیر ص ۳۹۰ تا ۳۹۱ ج ۳، احکام القرآن للجصاص ص ۵۰ تا ۵۴ ج ۲، احکام القرآن لابن العربی ص ۱۲۹ ج ۱ -

بچیاں مراد ہوتیں جن کے بارہ میں فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی کہا گیا ہے تو وہ اسلوب نہ ہوتا جو اس وقت ہے، بلکہ ایسا ہوتا جیسا اوپر کی سطروں میں ذکر ہوا اسی بنیاد پر متعدد مفسرین نے آیت کی تفسیر کرتے ہوئے یہ بات بصراحت کہی ہے کہ" ان یتیم بچیوں کے علاوہ دوسری عورتوں سے نکاح کرو لے اور حدیث مذکور میں بھی من النساء کے بعد سوا هن موجود ہے۔

تعدد ازدواج کی حکمتیں :-

ویسے تو خدائی احکام کے تمام مصالح اور ان کی سب حکمتوں کا ادراک انسان کی دسترس سے باہر ہے اسی وجہ سے وہ اس کا مکلف نہیں کیا گیا بایں ہمہ انسان کی معمولی عقل اور تھوڑی سی سمجھ میں جو کچھ آجاتا یا آسکتا ہے (اگرچہ ضروری نہیں کہ اس پر حکم کا مدار ہو اور نہ ایسا خیال ہی کرنا چاہیے کہ بس یہی حکمت و سبب ہے) اسے پیش کر دینے میں چنداں مضائقہ نہیں۔ (کہ پہلے کبھی بہت سے محتاط لوگوں تک نے بھی ایسا کیا ہے بالخصوص) اس غرض سے کہ اس حکم میں سراسر برائی دیکھنے والی آنکھوں کے سامنے کچھ خوبیاں بھی آجائیں۔

تعدد ازدواج کی ذیل میں وہ مصلحتیں اور حکمتیں پیش کی جارہی ہیں جو معمولی غور و فکر سے ہی سامنے آجاتی ہیں۔ ان میں سے بعض عارضی اور وقتی نوعیت کی ہیں اور بعض مستقل اور ابدی حیثیت کی حامل۔

(۱) مردوں سے عورتوں کا تناسب بڑھ جانے کی صورت کا مناسب حل یہی ہے، ورنہ

لے حضرت شیخ الہند نے ترجمہ قرآن مجید کے اندر ہی اس بات کی رعایت کردی ہے۔ فرماتے ہیں:۔ اور اگر ڈرو کہ انصاف نہ کر سکو گے یتیم لڑکیوں کے حق میں تو نکاح کر لو جو اور عورتیں تم کو خوش آئیں دو دو، تین تین، چار چار۔ اسی طرح حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نے اپنے تشریحی نوٹ میں اسی بات کو خوب واضح کر دیا ہے۔ یا دیکھئے فوائد مولانا رحمۃ اللہ سورۂ نساء

اخلاقی خرابیاں پھیلنا یقینی ہے (قیامت کے قریب عورتوں کی اکثریت ہوجانے کی احادیث میں پیشینگوئی بھی کی گئی ہے اور اب حالات دیکھیے نیز مختلف ممالک کے اندر مرد و زن کی تعداد کے تناسب سے یہ پیشینگوئی جلد ہی صادق ہوتی نظر آرہی ہے۔

(۲) بیوہ اور مطلقہ عورتوں کی بآسانی شادی ہوجانے کی امید، کیونکہ عقدِ ثانی کے وقت عموماً وہ شرطیں نہیں لگائی جاتیں جو عقدِ اول کے وقت مرد لگایا کرتے ہیں اور اس وقت ان کی پسند کا معیار بھی نسبتاً پست ہوجاتا ہے۔ اس صورت حال کو سامنے رکھ کر کہا جاسکتا ہے کہ اچانک طلاق ہوجانے کی وجہ سے بسا اوقات جو مہیب شکلیں وجود میں آجاتی ہیں۔ کہ عورت دیکھتے دیکھتے بے یار و مددگار بن جاتی ہے۔ اس دشواری کا بھی ایک حد تک حل، اباحتِ تعدد میں ملتا نظر آتا ہے۔

(۳) بدصورت، نادار اور اسی طرح وہ عورتیں جن کا عقد موجودہ زمانہ میں مشکل ہوتا ہے۔ ان کی شادی ایسے مردوں سے ہوجانا نسبتاً آسان ہے جن کے یہاں پہلے سے بیوی موجود ہے۔ اور کسی ضرورت سے وہ عقدِ ثانی کے خواہشمند ہیں۔ اس طور پر اس ایک اہم مشکل کا حل بھی اسی میں ہے۔

(۴) جنگ یا ایسے ہی کسی دوسرے ہنگامی زمانہ میں بیوہ یا بے سہارا ہوجانیوالی شریف عورتوں کو بے راہ روی سے بچانے اور ان کی کفالت کا سامان۔

(۵) خوشحال، تندرست اور خوش خوراک مردوں کی جنسی خواہش کی تکمیل عموماً ایک بیوی سے ہوجانا ممکن نہیں۔ اس لئے ایسے لوگ بے راہ روی کا شکار ہوجاتے یا ہوسکتے ہیں۔ ان کے لئے نکاح ثانی گویا ان کی ضرورت کا سامان اور صحیح راستہ۔

(۶) مستقل بیمار یا عقیم عورتوں کے شوہر ان کی جائز بلکہ ضروری اور فطری خواہش پورا کرنے کی صحیح راہ اور شدید ضرورت جس کا لحاظ نہ کرنا ان پر ظلم۔ یہ اور ان کے علاوہ اور بہت سی مصلحتیں ہیں جن کا احاطہ مشکل ہے بایں ہمہ اس بات کے امکان کا انکار نہیں کہ اس اباحت کے کچھ مضر پہلو بھی

عمل کے وقت سامنے آئیں، مگر یہ حقیقت بھی سامنے رہنی چاہیے کہ دنیا کے ہر قانون بلکہ ہر چیز کی طرح شریعت میں بھی عموماً خیرِ غالب کا (اختیار کیلئے) اور شرِ غالب کا (اجتناب کے لئے) اعتبار کیا گیا ہے جیسا کہ امام شاطبیؒ نے فرمایا:۔

فالمصلحة اذا کانت هی الغالبة عند مناظرتها مع المفسدة فی حکم الاعتیاد فهی المقصودة شرعاً ولتحصیلها وقع الطلب علی العباد ...... وکذلک المفسدة اذا کانت هی الغالبة بالنظر الی المصلحة فی حکم الاعتیاد فرفعها هو المقصود شرعاً ولاجله وقع النهی[1]۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ قانون کے مضر پہلو سامنے آجانے کے بعد کبھی اسے نظر انداز کر دیا جائے اور اس کا تدارک نہ کیا جائے بلکہ اس کا تدارک کیا جائے گا چنانچہ شریعت میں اس کی پوری رعایت موجود ہے مثلاً (جیسا کہ شروع میں ذکر ہوا) شوہر کے عدل نہ کرنے کی بجائے شکایت پر عورت کو فسخِ نکاح کا اختیار دیا گیا، علاوہ ازیں پیش بندی کے طور پر بھی نکاحِ ثانی سے قبل ہی بعض ایسی تدبیریں کی جاسکتی ہیں کہ ظلم کا امکان کم سے کم رہ جائے۔ اگرچہ چند بیویاں رکھنے والے شوہروں کے ظلم کی داستانوں اور اس کا پروپیگنڈہ کرنیوالوں نے گویا آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے لیکن تحقیق اور تفقدِ احوال کے بعد اس ڈھول کا پول کھل جاتا ہے۔ اوّل تو مسلمانوں بالخصوص مسلمانانِ ہند میں۔ چند زوجیت کا رواج نہ ہونے کے برابر ہے۔ پچھلے دنوں اخبارات میں ایک سروے رپورٹ شائع ہوئی۔ اس میں کہا گیا ہے کہ مسلمانوں میں دوسری شادی کا رواج فی ہزار ۱۴ - ۱۵ کے اوسط سے ہے (ہندوؤں سے بھی کم ہے) ظاہر ہے کہ اس میں صد فی صد واقعات ظلم کرنے اور عدل نہ کرنے کے نہیں ہوسکتے۔ مان لیجیے کہ چند بیویاں رکھنے والے شوہر نصف کی تعداد میں ظلم کرتے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک ہزار

---

[1] الموافقات للشاطبی، ۲/۲۶ — ۲۸۔

شادی شدہ مردوں میں صرف سات واقعات ظلم کے ہوئے یعنی ایک فی صد سے بھی بہت کم۔

غور فرمایئے کہ ایک ایسے مسئلہ پر سر کھپانا اور اس کے اس طرح پیچھے پڑنا کہ دنیا کے دوسرے ضروری مسائل پس پشت چلے جائیں کیا عقلمندی اور دانشوری کی بات ہوگی؟ کیا ایسے ہی موقعہ کے لئے "کوہ کندن و کاہ برآوردن" نہیں کہا گیا ہے؟؟

تاہم جرم کا اوسط کتنا ہی کم کیوں نہ ہو بہر حال سدباب کے لئے سعی ضروری کرنا چاہیئے۔ یہاں اس بارہ میں مختصراً چند شکلیں بطور تجویز ذکر کی جاتی ہیں، شرفار میں عموماً دوسری شادی کرنیکی جرأت عموماً وہی کرنے بلکہ کرسکتے ہیں جو دوسری صلاحیتوں کے ساتھ خوشحال اور ذی حیثیت بھی ہوتے ہیں۔ اس امر واقعہ کو سامنے رکھ کر دوسری بیوی کے آنے کی صورت میں:۔

۱۔ عقدِ نکاح کے وقت زوجہ یا اس کے اولیاء کے مطالبہ پر مرد سے (اگر جائداد والا ہے) تو اس کی جائداد کا معتد بہ حصہ یا (اگر وہ ملازم ہے) تو تنخواہ کی معتد بہ مقدار بذریعہ رجسٹری بیوی کے نام کرائی جائے اور پھر شوہر کے حقوقِ زوجیت ادا نہ کرنے کی صورت میں اس سے سہارا لیا جائے۔

۲۔ یا نکاح ہی کے وقت عدل نہ کرنے کی صورت میں علیحدگی کا اختیار لے لیا جائے۔

۳۔ یا عقدِ اول کے وقت شرط کرلی جائے کہ شوہر دوسرا نکاح اس کی موجودگی میں نہیں کریگا۔ بصورت خلاف ورزی، عورت کو فسخ کا اختیار (امام احمدؒ کے مسلک کے مطابق) دے دیا جائے۔ حافظ ابن قیم حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:۔

واختلف فی شرط ..... ان لا یتسری علیھا و لا یتزوج علیھا فاوجب احمد وغیرہ الوفاء بہ ومتی لم یف فلھا الفسخ عند احمد[۱]۔

مگر کسی دوسرے امام کے مسلک کو اختیار کرنیکا (بمشورہ علماء) ضرورتِ شدیدہ کے

---

[۱] زاد المعاد ۴/۶

وقت ہی فیصلہ کیا جائے۔ معمولی صورتوں میں نہیں۔

یہ پہلے گزر چکا ہے کہ عدل نہ کرنے اور حقوقِ زوجیت پورے ادا نہ کرنے کی صورت میں فسخ کا موقع حاصل ہو جائے گا۔

مرد و زن کی مساوات کا نعرہ :۔

بعض گوشوں سے تعددِ ازدواج کے خلاف "دلائل" کی فہرست میں اضافہ کے طور پر اقوامِ متحدہ کے چارٹر۔ کہ جس میں مرد و زن کی مساوات تسلیم کی گئی ہے۔ کی دہائی بھی سنائی دیتی ہے لیکن ذرا ان لوگوں سے کوئی پوچھے کہ کیا یہی معنی مساوات کے ہیں کہ بلا استثناہر موقعہ پر۔ ان کے صنفی اور خلقی فرق کو نظر انداز کرتے ہوئے بھی۔ مرد و زن کے درمیان یکساں معاملہ کیا جائے! اگر جواب اثبات میں ملے تو دوسرا سوال یہ ہو کہ بتاؤ! تم نے ایسی مساوات کہاں برتی؟ اور اعداد و شمار کی روشنی میں جواب طلب کیا جائے کہ تمہارے یہاں یعنی (یورپ میں) اب تک اعلیٰ عہدہ پر فائز ہونیوالوں میں مردوں اور عورتوں کا کیا تناسب ہے؟ کتنی عورتیں اب تک وزیرِ اعظم بنائی گئیں؟ کتنی فوج کی اعلیٰ عہدیدار؟ کتنی کمانڈر انچیف؟ کتنی پائلیٹ؟ اور جانے دیجیے صرف یہی بتا دیجیے کہ فوج کے اندر کتنے بڑے عہدوں پر نہیں معمولی ہی عہدوں پر کتنی عورتیں فائز کی گئی ہیں؟ یقین رکھنا چاہیے! جواب دیا تو یہی ہوگا کہ ـــــ ایک بھی نہیں !!! ـــ

اسی بنا پر بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ مرد و عورت کے خلقی تفاوت صنفی فرق اور بہت سے امور میں بیّن اختلاف کو سامنے رکھتے ہوئے بھی دونوں کے درمیان ہمہ جہتی مساوات کا نعرہ لگانا بے دانشی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

اس موقعہ پر حضرت الاستاذ علامہ محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ کی نہایت جچی تلی اور پر مغز بات یاد آتی ہے۔ جو موصوف نے ایک دن سبق کے درمیان "اسلام میں مساوات" کا مطلب بتاتے ہوئے بیان فرمائی کہ ا۔

اسلام میں مساوات کے معنی :۔

مساوات کے معنی نفس قانون میں مساوات کے نہیں، بلکہ نفاذ قانون میں مساوات برتنا ہیں۔ علامہ موصوف کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کے فطری فرق اور ناگزیر جنسی اختلاف کے پیش نظر یہ تو ممکن ہی نہیں کہ ہر قانون دونوں کے لئے یکساں ہو۔ بلکہ واقعی فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے بعض قوانین میں اختلاف ناگزیر ہے لیکن نفاذ کے وقت کسی کو محض جنسی فرق کی بنیاد پر اولیت و تقدم حاصل نہ ہوگا اور نہ ان میں سے کسی کو صرف اس بنا پر نظر انداز کیا جائے گا ـــ اس بصیرت افروز قول کی روشنی میں بلا تکلف کہا جاسکتا ہے کہ اقوام متحدہ کے چارٹر ـــ (اگر وہ عقلاء نے بنایا ہے) ـــ میں جس جنسی فرق کی بنیاد پر مرد و زن میں اختلاف نہ کرنے پر زور دیا گیا ہے اور دونوں کے درمیان مساوات تسلیم کی گئی ہے اس کا مطلب بھی تھوڑے فرق کے ساتھ ـــ ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ وہ نہیں ہوسکتا یا نہ ہونا چاہیئے۔ جو ترقی پسند عام طور پر کہتے اور ذہنوں میں بٹھانا چاہتے ہیں کیونکہ نہ وہ عقل صحیح کا تقاضا ہے نہ واقعات ہی کے مطابق۔ مثلاً دنیا کے قابل ذکر ممالک میں یہ قانون موجود و معمول ہے کہ بیوی کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے مگر ایسا کہیں نہیں ہے کہ شوہر کا نفقہ بیوی کے ذمہ ہے (بعض استثنا اور مجبوری کی حالتوں کو چھوڑ کر) ظاہر ہے کہ یہ فرق اصلاً جنسی اختلاف ہی کی بنا پر ہے۔ کسی اور وجہ سے نہیں ہے۔

تو کیا یہ ممالک اقوام متحدہ کے چارٹر کی خلاف ورزی کے مرتکب ٹھہرائے گئے یا ٹھہرائے جائیں گے!

مرد و زن کے درمیان مساوات میں اسلام کا نقطۂ نظر :۔

ان امور کی روشنی میں ہم اس امر کے اظہار میں کسی معذرت کی ضرورت نہیں سمجھتے اور نہ جھجکتے ہیں کہ اسلام نے واضح طور پر عورت و مرد کے درمیان بعض امور میں فرق ملحوظ رکھا ہے اور اس کا اظہار قرآن مجید کی آیات میں بھی کیا گیا ہے اور احادیث نبوی میں بھی اور انھیں

بنیادوں پر تمام علماء امت کے اقوال میں بھی اس کا برملا اعتراف موجود ہے جس کی تفصیل موجب طوالت ہوگی۔ یہاں صرف اشارات پر اکتفا کیا جاتا ہے:۔

قرآن وحدیث کا بیان :۔

قرآن مجید کی آیات سے دونوں کے فرقِ مراتب کا ثبوت :۔

۱۔ للرجال علیہن درجۃ [1] ۲۔ اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ [2] ۔

احادیثِ رسول سے صنفین میں خلقی وطبعی تفاوت کا ذکر :

۱۔ ما رأیت من ناقصات عقل ودین اذھب للب الرجل الحازم [3] ۔

۲۔ استوصوا بالنساء خیرا فان المراۃ خلقت من ضلع وان اعوج لشیٔ فی الضلع اعلاہ فان ذھبت تقیمہ کسرتہ وان ترکتہ لم یزل اعوج [4] ۔

علماء امت کے اقوال :۔

علماء امت کے اقوال کا احاطہ بہت مشکل ہے۔ یہاں صرف دو ممتاز عالموں کے فرمودات نقل کیے جاتے ہیں:۔

مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں (آیۃ الرجال قوامون علی النساء کی تفسیر کرتے ہوئے)۔ القوام ابلغ وھو القائم بالمصالح والتدبیر والتادیب وعلل ذلک بامرین وھبی وکسبی بما فضل اللہ .... علی النساء فی اصل الخلقۃ بکمال العقل وحسن التدبیر وبسطۃ فی العلم والجسم ومزید القوۃ فی الاعمال وعلو الاستعداد ولذلک خصوا بالنبوۃ.... وزیادۃ السھم فی الارث ومالکیۃ

۱۔ سورۂ بقرہ آیت ۲۲۸ ۔ ۲۔ سورۂ نساء آیت ۳۴ ۔

۳۔ بخاری ومسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۲/۱۳ ۔ ۴۔ بخاری جلد اول ص ۴۶۹

النکاح وتعدد المنکوحات والاستبداد بالطلاق .... وھذا امر وھبی ....
وبما انفقوا من اموالھم فی نکاحھن من المھور والنفقات الراتبۃ وھذا امر کسبی۔[1]

۲۔ حافظ ابن قیم جوزیؒ رقمطراز ہیں :۔

وھو سبحانہ امر باشھاد امرأتین لتوکید الحفظ لان عقل المرأتین وحفظھما یقوم مقام رجل وحفظہ ولذا جعلت علی النصف من الرجل فی المیراث والدیۃ والعقیقۃ والعتق، فعتق امرأتین یقوم مقام عتق رجل کما صح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔[2]

ٹھنڈے دل سے ان امور پر غور کرنے کے بعد تعدد ازواج کا مسئلہ ان شاء اللہ سمجھنا آسان ہوجائے گا اور اس کی "بھیانک" صورت کے بجائے متوازن حیثیت سامنے آئیگی۔

فہرست مآخذ

۱۔ قرآن مجید

۲۔ بخاری : للامام ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل

۳۔ مسلم : للامام مسلم بن الحجاج القشیری

۴۔ ابوداؤد: للامام ابی داؤد سلیمان الاشعث السجستانی

۵۔ دارقطنی: للامام ابی الحسن علی بن عمر الدارقطنی

۶۔ مشکوۃ: للعلامۃ ابی محمد الحسین بن مسعود البغوی وللشیخ ولی الدین البغدادی

۷۔ زادالمعاد : للحافظ ابن قیمؒ الجوزی

۸۔ احکام القرآن : لابی بکر الجصاص الرازی

۹۔ احکام القرآن : لمحی الدین ابن العربی

۱۰۔ تفسیر کبیر : للامام ابی بکر الرازی

۱۱۔ تفسیر القرآن : للحافظ عماد الدین ابن کثیر

۱۲۔ درمنثور : للشیخ جلال الدین السیوطیؒ

۱۳۔ روح المعانی : للعلامۃ الآلوسیؒ

۱۴۔ تفسیر مظہری : للقاضی ثناء اللہؒ پانی پتی

۱۵۔ بیان القرآن : حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی

۱۶۔ فوائد قرآن مجید : حضرت مولانا شبیر احمدؒ عثمانی

۱۷۔ اعلام الموقعین : للحافظ ابن القیمؒ الجوزی

۱۸۔ فتح القدیر : لکمال الدین ابن الہمام

۱۹۔ درالمختار : لعلاء الدین الحصکفی

۲۰۔ ردالمحتار : لابن عابدین الشامی

۲۱۔ الموافقات : للامام الشاطبیؒ

۲۲۔ نورالانوار : للشیخ ملا احمد جیون

۲۳۔ حیلۂ ناجزہ : حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی

---

[1] تفسیر مظہری ۲/۲۲ ۔ [2] اعلام الموقعین ۱/۱۱۱